کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ ہر فرقہ کی ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی الگ الگ مسجد، جن جزوی وفروعی مسائل اور معاملات کی شریعت میں کوئی بنیادی حیثیت نہیں، ان کے بنیاد پر مستقل مذہبی گروہوں کا وجود، اپنے اپنے مسلک کے حوالے سے مختلف سپاہیوں، تحریکوں، تنظیموں اور جمعیتوں کی تشکیل، بندوق کلاشنکوف کے زور پر اپنے نظریات کو دوسروں پر مسلط کرنے کی مذموم کوششیں، مختلف نظریہ کے حامل حضرات کی عبادت گاہوں کے اندر نماز اور عبادت وتسبیح میں مصروف لوگوں پر حملے اور بم دھماکے۔ افسوس ناک ہیں۔ جبکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ:

الصلوٰة واجبة علیکم خلف کل مسلم براکان او فاجراً (۵)

ہر نیک اور گناہ گار مسلمان کے پیچھے (باجماعت) نماز پڑھنا تمہارے اوپر واجب ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

صلوّا خلف کل من قال لا الہ الا اللّٰہ۔ (٦)

ہر کلمہ گو اور نیک وفاجر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھ لو۔

اسی طرح ایک مسلک کے لوگوں کا دوسرے مسلک کے حامل لوگوں کو اپنی مسجد (جو اصلاً سارے مسلمانوں کی مشترکہ عبادت گاہ ہوتی ہے،) میں داخل نہ ہونے دینا جبکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین تک کو مسجد کے اندر ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ مشہور حنفی فقیہہ اور مفسر علامہ جصاص رازی نے آیت: **انما المشرکون نجس الخ (۷)** کے تحت لکھا ہے:

ولم یکن اھل الذمة ممنوعین من ھذہ المواضع۔ (۸)

ان مواضع (مساجد) میں اہل ذمہ کا داخلہ ممنوع نہیں ہے۔

اور اپنے اس خیال یا رائے کی تائید میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفد قیس کو مسجد نبوی ﷺ میں ٹھہرانے اور حضرت ابوسفیانؓ کے حالت کفر میں مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوتے رہنے سے استدلال کیا ہے۔ (۹)

پھر سب سے بڑھ کر متشدد و مذہبی لوگوں کا یہ عجیب رویہ ہے جسے اپنے تراشیدہ یا اپنے سمجھے ہوئے اسلام کے راستے سے ذرا ہٹا ہوا پایا، اس پر جھٹ کفر کا فتویٰ جڑ دینا اور اس

میں اتنی شدت یا غلو اختیار کرنا کہ جسے کافر قرار دیا گیا ہے اسے اگر کوئی کافر نہ مانے تو وہ بھی کافر۔ یہ سب کچھ انتہاء پسندی ہی کا کرشمہ اور شاخسانہ ہے۔ ورنہ جو اسلام کافروں، مشرکوں اور منافقوں تک کے ساتھ ملاطفت ''نرمی'' حسن سلوک اور شفقت کا برتاؤ کرتا ہے کیونکر ممکن ہے کہ ان لوگوں کے حق میں مجسم قہر و جلال اور شمشیر براں بن جائے جو اپنے اسلام اور اسلامیت کے معترف اور مقر ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا واضح حکم ہے:

ولا تقو لوالمن القٰی الیکم السلام لست مؤمناً ۔(۱۰)

اور جو کوئی تمہیں (مسلمانوں کا سا) سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مؤمن نہیں ہو۔

آیت ہذا سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کا یہ اصول ہے کہ فیصلہ ظاہر پر ہوگا باطن پر نہیں۔ کسی مسلمان کو جذبات اور اشتعال میں آ کر کافر قرار دے دینا نازک معاملہ ہے۔ چنانچہ ہمارے فقہاء کرام نے اس معاملے میں حد درجہ احتیاط برتتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے کہ

اگر کسی مسئلہ یا آدمی میں ننانوے ﴿۹۹﴾ وجوہ کفر کے پائے جائیں اور ایک احتمال اسلام کا مؤید ہو تو مفتی اور قاضی کے لئے لازم ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس پر کفر کا فتویٰ نہ لگائے۔(۱۱)

انتہاء پسندی کا بین الاقوامی رجحان:

جہاں تک انتہاء پسندی کے بین الاقوامی رجحان کا تعلق ہے تو موجودہ صورت حال دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ بڑے ممالک اور بڑی طاقتیں بطور خاص اس اخلاقی بیماری میں مبتلا ہیں۔ جو اپنے اردگرد چھوٹے ممالک، چھوٹی ریاستوں، اقلیتوں اور کمزور ممالک کے ساتھ اعتدال پسندی برتنے کے لئے تیار نہیں۔ اصولی اور عقلی طور پر تو یہ ہونا چاہئے کہ جس کا پیٹ پہلے ہی بھرا ہوا ہے وہ کسی غریب سے کیوں لقمہ چھیننا اور اس کے حق زندگی کو سلب کرنا چاہتا ہے؟ حالانکہ حق زندگی اور شخصی آزادی کا حق تو ہر انسان کو قدرت کی طرف سے دیا گیا ہے۔

جسے انگلستان کے میگنا کارٹ اور اقوام متحدہ کے عالمی منشور حقوق انسانی کے اندر بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ ایک کام بڑی طاقت کرے تو جائز اور اگر وہی کام کوئی چھوٹا ملک کرے تو ناجائز اور عالمی امن کو خطرہ لاحق ہو جائے، جیسا کہ چند برس پیشتر پاکستان کے ایٹمی دھماکہ کرنے کے وقت ہوا۔ بڑی اور ایٹمی طاقتوں نے پاکستان کو اس جرم سے باز رکھنے کے لئے جتنا دباؤ ڈالا وہ تاریخ کا ایک حصہ بن چکا ہے۔ اور موجودہ حالات میں ہمارے ملک کے نامور ایٹمی سائنسدانوں کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی سلوک ہو رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ ظاہر ہے یہ طاقت کا نشہ اور انتہاء پسندی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہر بڑی طاقت اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے چھوٹے ممالک اور ریاستوں میں بے جا مداخلت کرنے کے بجائے انہیں عام انسانی حقوق کے تحت جینے اور آزادی کا حق دے دے تو دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ اس وقت کشمیر کا مسئلہ ہو، افغانستان کا مسئلہ ہو، فلسطین کا مسئلہ ہو، عراق کا مسئلہ ہو، (اب جبکہ عراق پر ایک بڑی طاقت کا قبضہ ہو چکا ہے اور وہاں ہزاروں بے گناہ انسان بے دردی سے قتل کئے جا چکے ہیں اور آج بھی یہی کچھ ہو رہا ہے) یا کوسوو کا مسئلہ ہو، جن میں ہزاروں لوگ لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ اور وہاں کا امن تباہ ہو چکا ہے۔ یہ سب مسائل انتہاء پسندی کے ہی پیدا کردہ ہیں۔ اگر دنیا میں ''جیو اور جینے دو'' کے اصول پر عمل کیا جائے تو کوئی مسئلہ ہی نہ رہے۔

اعتدال پسندی تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

جہاں تک تعلیمات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا تعلق ہے تو یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں کہ اس باطنی صفت حسنہ اور اخلاقی کمال کے اتنے فضائل و برکات ہیں اور اس کو اختیار کرنے کی اتنی تاکید آئی ہے کہ قرآن وسنت اس سے بھرے ہوئے ہیں۔ پھر اس سلسلے میں جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں اور اسوۂ حسنہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ ہمیں حلم و اعتدال پسندی کا ایسا سراپا مجسمہ نظر آتے ہیں جس کی نظیر پوری تاریخ انسانیت میں دکھائی نہیں دیتی۔

ہم یہاں بڑے اختصار کے ساتھ اعتدال پسندی کے سلسلے میں پہلے چند نظائر تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور پھر اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ

حسنہ سے چند آبدار موتی پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

کسی بڑے سے بڑے محقق کی طاقت نہیں کہ وہ سرورِ دو جہاں فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات عالیہ اور صفات حسنہ کو کما حقہ بیان کر سکے۔ یہ مقام عجز ہے۔اس مقام میں زبانیں گنگ، قلم ساکت، فکر مختل اور عقلیں حیران ہیں۔

بہرکیف اخلاق کی سب سے بھاری اور دشوار ترین تعلیم جو اکثر نفوس پر نہایت شاق گزرتی ہے وہ عفوو درگزر، ضبط نفس، تحمل اور اعتدال کی ہے۔لیکن اسلام نے اس سنگلاخ زمین کو بھی نہایت آسانی سے طے کیا ہے، سب کو معلوم ہے کہ اسلام میں شرک اور بت پرستی سے کتنی شدید نفرت ظاہر کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور عظمت و جلالت کا کتنا اعلیٰ اور ناقابل تبدیل تصور اس نے پیش کیا ہے، جو خاص اسلام کا امتیازی حصہ ہے تاہم مسلمانوں کو یہ تاکید کی جاتی ہے کہ جوش عقیدت یا غلو میں آکر کوئی شخص مذاہب باطلہ کے معبودوں کے لئے کوئی نازیبا اور نامناسب الفاظ استعمال نہ کرے۔ چنانچہ حکم الٰہی ہے:

> اور جن کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو کہ وہ اللہ کو بے
> ادبی سے دانستہ برا کہہ بیٹھیں۔(۱۲)

لوگوں کے ساتھ تسامح اور تحمل و اعتدال پسندی کی یہ کتنی انتہائی تعلیم ہے کہ پیغمبر ِمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا کہ کفار اور مشرکین کے ظلم و ستم اور گالی گلوچ پر صبر کرو اور ان کو معاف کرو اور اسی کی پیروی کا حکم عام مسلمانوں کو بھی ہو رہا ہے۔

> معاف کرنے کی خو پکڑو اور نیک کام کو کہہ اور جاہلوں سے کنارہ کر، اور
> اگر تجھ کو شیطان کی کوئی چھیڑ چھاڑ ابھارے یعنی غصہ آجائے، تو اللہ
> تعالیٰ کی پناہ پکڑ وہ سنتا جانتا ہے۔(۱۳)

ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اتری تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین سے اس کی تاویل (تفسیر) پوچھی تو انہوں نے عرض کیا اللہ کے پاس جا کر پوچھتا ہوں، چنانچہ واپس آکر حضرت جبریل امین نے بتایا کہ اس آیت میں اللہ حکم فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرتے رہیں، جو تعلقات کو توڑتے ہیں اور اس سے بھی جو توڑنے کی کوشش کرے، اور اس کو بھی عطا کریں جو آپ ﷺ کو محروم کردے

اور جو آدمی آپ سے زیادتی کرے اس سے بھی درگزر فرماتے رہیں۔(۱۴)

یہ وہ اخلاق فاضلہ ہیں جن کے حدیث میں بڑے فضائل بیان فرمائے گئے۔(۱۵)

اہل اسلام کو ترغیب وتشویق دلانے کے لئے اللہ نے اہل جنت متقی لوگوں کے اوصاف حسنہ بتاتے ہوئے ایک کمال وصف اور اخلاقی خوبی یہ بھی بیان فرمائی کہ:

وہ غصے کے ضبط کرنے (پی جانے) والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔(۱۶)

اس آیت کریمہ کی تفسیر اور معنوی تفصیلات میں جانے کی گنجائش نہیں،تاہم مولانا عبدالماجد دریاآبادیؒ کا مختصر سا تفسیری نوٹ ضروری وضاحت کے لئے کافی ہے۔مولانا موصوف لکھتے ہیں:

''کظم کہتے ہیں غصہ کے ضبط کر جانے کو۔تو یہ لوگ وہ ہوئے جو غصہ سے مغلوب نہیں ہو جاتے بلکہ اس سے مقابلہ کر کے اسے زیر کر لیتے ہیں اور اپنے اوپر قابو رکھتے ہیں۔ بعض اہل تحقیق نے یہ خوب لکھا ہے کہ یہاں "فاقدین الغیظ" ارشاد نہیں ہوا ہے۔یعنی مدح اس چیز کی نہیں آئی ہے کہ غصہ سرے سے آتا ہی نہ ہو، بلکہ اس کی آئی ہے کہ اسے قابو میں رکھا جائے اور عقل جذبات کے اوپر حاکم رہے۔غصہ پیدا ہوتا ہے،حرارت طبعی یا حمیت سے،اسے سرے سے فنا کر دینا ہرگز اسلام کو مقصود نہیں۔مقصود صرف حدود کے اندر رکھنا ہے۔غصہ مطلق مورت میں ہرگز ممنوع نہیں۔نہ شرعاً معصیت نہ عقلاً مضر۔بلکہ اگر حدود کے اندر رہے اور محل اسب پر پیدا ہوتو عیب نہیں ہنر ہے۔غصہ کے ضبط کر جانے کی فضیلتیں حدیث نبوی ﷺ میں ثرت وارد ہوئی ہیں۔مثال کے لئے حدیث ملاحظہ ہو:

من کظم غضباً و هو یقدر علی انفاذه ملاء الله قلبه امناً و ایماناً۔

قدرت نفاذ کے باوجود جو شخص اپنے غصہ کو روک لے تو اللہ تعالیٰ اس کا قلب امن اور ایمان سے لبریز کر دے گا۔

العافین عن الناس یعنی لوگوں کے قصوروں اور خطاؤں کو بھی معاف کر دیتے ہیں۔یہی نہیں کہ باوجود قدرت واستطاعت خطاوار سے انتقام نہیں لیتے بلکہ اسے معاف بھی کر دیتے ہیں۔یہ درجہ کاظمین الغیظ سے بلند تر ہے۔(۱۷) غصہ کے ضبط کرنے کی عظیم

فضیلت پر ایک اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

آدمی کوئی ایسا گھونٹ نہیں پیتا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محض رضائے الٰہی کے لئے پیئے گئے غصے کے گھونٹ سے زیادہ افضل ہو۔(۱۸)

انسان اگر تھوڑا سا غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ غصہ اور غیظ وغضب کی بے اعتدالی اور بے صبری صرف عام اخلاقی برائی ہی نہیں بلکہ کئی برائیوں اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ بہت سے ظالمانہ اور بیدردانہ کام انسان صرف غیظ وغضب اور غصہ میں کر بیٹھتا ہے اور بعد میں نادم و پشیمان ہوتا ہے۔اس لئے ایک مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے غصہ پر قابو رکھے اور بلا جواز غیظ وغضب کا اظہار نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کی تعریف فرمائی ہے جو غصہ کے وقت لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔(۱۹)

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک آدمی نے (جسے شاید زیادہ غصہ آتا تھا) کسی نصیحت کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔ اس نے دوبارہ سہ بارہ نصیحت کے لئے عرض کیا تو آپ ﷺ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ غصہ نہ کر۔(۲۰) بلاوجہ اور بلا جواز غصہ کرنے کے ایمانی وروحانی نقصان سے آگاہ کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک بلا وجہ غیظ وغضب انسان کے ایمان کو اسی طرح خراب کر دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب (کڑوا) کر دیتا ہے۔(۲۱)

سکون کی حالت میں معاف کر دینا آسان ہے۔ انسان کی بردباری حوصلہ قوت برداشت اور عفو و درگزر کا امتحان اس وقت ہوتا ہے جب غصے سے اس کا خون کھول رہا ہو۔ عربی زبان کی ایک ضرب المثل ہے:

لا یعرف الشجاع الا عندالحرب ولا یعرف الحلیم الاعند الغضب۔ (۲۲)

بہادر آدمی وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

تحمل، بردباری، اعتدال پسندی اور حوصلہ کی تحسین فرماتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے اشجع سے فرمایا:

تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ بھی پسند فرماتے ہیں۔ایک حلم (متانت) اور دوسری وقار۔(۲۳)

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد جب مدینہ منورہ پہنچا تو اشجع (منذر بن عائذ) کے سوا وفد میں شامل سارے لوگ فرط عقیدت میں اپنی سواریوں کو یوں ہی چھوڑ کر انہی کپڑوں میں دوڑ کر بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو گئے، جبکہ اشجع نے بڑے اطمینان وسکون سے پہلے اپنے سامان کو رکھا، سواری کے جانور کو باندھا، خوبصورت کپڑے پہنے، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متانت بھرے اس طرز عمل کی تحسین فرمائی۔

عفو و حلم سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

ارباب سیر نے آپ ﷺ کے عفو و حلم کو دشمنوں سے درگزر اور ہر زیادتی کرنے والے اور ستانے والے سے حسن سلوک اور ان کے مظالم کو برداشت کرنے کے واقعات تحریر کئے ہیں۔ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا ارشاد گرامی ہے۔

آپ ﷺ نے تمام زندگی اپنے اوپر کی گئی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا، بجز اس کے کہ خدائی حرمت کو پامال کیا گیا ہو، پس اس صورت میں آپ ﷺ سختی سے مواخذہ فرماتے تھے۔(۲۴)

اہل طائف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا برا سلوک کیا، مگر ۹ھ میں جب ان کا وفد مدینہ منورہ پہنچا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صحن مسجد میں مہمان رکھا اور ان سے عزت و حرمت سے پیش آئے۔رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے ہمیشہ در پردہ دشمنوں کی حمایت کی۔وہ واقعہ افک میں براہ راست ملوث تھا۔بقول علامہ شبلی نعمانی وعلامہ سید سلیمان ندویؒ: ''دشمنوں کی شماتت، ناموس کی بدنامی...... یہ باتیں انسانی صبر و تحمل کے پیمانہ میں نہیں سما

سکتیں، تاہم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں کے باوجود اس کے ساتھ حسن سلوک کیا''۔(۲۵)

بخاری (۲۶) میں لکھا ہے کہ نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو معاف فرمایا بلکہ مرنے کے بعد اسے اپنی قمیض پہنائی اور ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مفتی اعظم محمد شفیع لکھتے ہیں کہ کئی بار صحابہ کرامؓ نے اسے قتل کی اجازت چاہی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا۔(۲۷) ایک دن ایک بدو آیا اور اس نے آپ ﷺ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک سرخ ہوگئی۔ آپ ﷺ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا، بدوی بولا کہ میرے اونٹوں کو غلہ سے لاد دے۔ اس نے گستاخانہ جملے بھی کہے، آپ ﷺ نے اس کے اونٹوں پر جو اور کھجوریں لدوادیں اور کچھ تعرض نہ فرمایا۔(۲۸) آپ ﷺ کا فرمان تھا: ''طاقتور وہ نہیں جو کسی دوسرے کو بچھاڑ دے بلکہ اصل طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو رکھے''۔(۲۹)

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک مسلمان قبیلے کا قحط دور کرنے کی خاطر ایک یہودی زید بن سعنہ سے اسی دینار قرض لیا۔ چنانچہ اس سے قبیلے کو خوراک مہیا کر دی گئی۔ ادائیگی کے وقت سے پہلے ہی زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور گستاخانہ انداز میں رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمرؓ اس کی گستاخی کو برداشت نہ کر سکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سر قلم کرنے کی اجازت چاہی، مگر آپ ﷺ نے فرمایا:

> اے عمرؓ! تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے حسن ادا کی تلقین کرتے اور اسے حسن طلب کی'' پھر آپ ﷺ نے نہ صرف اس کے قرض کی فوری واپسی کا حکم دیا، بلکہ بیس صاع (تقریباً دو من) زیادہ کھجوریں دینے کا حکم دیا۔ اس سلوک سے وہ مسلمان ہوگیا۔(۳۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی حلم و اعتدال پسندی کا مظاہرہ فرمایا۔ ایک سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چپکے چپکے اشاعت اسلام کی کوشش کرتے رہے۔ جب مسلمانوں کی تعداد چالیس سے زیادہ ہوگئی تو آپ ﷺ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور توحید کا اعلان کیا۔ یہ اعلان سن کر کفار مکہ آپ پر ٹوٹ پڑے اور آپ ﷺ کو مارنا شروع کر

دیا۔ حضرت حارث بن ابی ہالہؓ حضور ﷺ کو چھڑوانے کے لئے آئے تو کفار نے حضرت حارثؓ کو اتنی تلواریں ماریں کہ وہ شہید ہوگئے۔ یہ اسلام کی مدافعت کے لئے پہلی شہادت تھی۔ آپ ﷺ نے ہر ظلم پر اعتدال پسندی کا مظاہرہ فرمایا۔ اعلان نبوت کے بعد تین سال بڑی سختی اور آزمائش کے تھے۔ ابوجہل اور کفار مکہ کی کھلم کھلا مخالفت، مزاحمت، تضحیک اور سب و شتم کے باوجود آپ نے اعتدال پسندی کا مظاہرہ فرمایا ۵ھ نبوی ﷺ سے ۱۰ء نبوی تک یعنی حضرت ابوطالب کی وفات تک کفار مکہ نے تشدد کا مظاہرہ کیا۔ حضرت بلالؓ کو ان کا مالک امیہ دوپہر کے وقت تپتی ریت پر لٹاتا، حضرت خباب بن الارثؓ کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا جاتا، یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی نکل آتی، حضرت عمارؓ کو اتنا مارا جاتا کہ آپؓ بے ہوش ہوجاتے۔ حضرت صہیبؓ پر ظلم، ابوفکیہؓ پر ظلم، مسلمان لونڈیوں لبینہؓ زنیرہؓ نہدیہؓ اور ام عبیسؓ پر بے پایاں ظلم، حضرت زبیرؓ، ابوذرؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ پر ظلم اور انتہاء پسندی تاریخ اسلام کی کتابوں میں مرقوم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ظلم اور سختی کو برداشت کرتے اور اف تک نہ کرتے تھے، نہ کسی پر ہاتھ اٹھاتے تھے۔

آپ ﷺ صحابہؓ کو بھی صبر اور اعتدال پسندی کی تلقین فرماتے اسی ظلم کی بناء پر آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کا حکم فرمایا۔ نجاشی نے بے پایاں مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو پناہ دی۔ شعب ابی طالب کا واقعہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتدال پسندی اور تحمل کا عظیم واقعہ ہے۔ یہ محاصرہ تین سال تک رہا۔ بنی ہاشم درختوں کے پتے اور گھاس کھا کھا کر زندگی بسر کرتے تھے اور بچے بھوک سے تمام رات روتے تھے۔ محاصرہ کی قید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی ہاشم اتنے کمزور ہوگئے کہ کسی کی صورت نہیں پہنچانی جاتی تھی، مگر سب نے کمال اعتدال پسندی کا مظاہرہ کیا۔ ابوطالب کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نے صبر وتحمل اور اعتدال پسندی کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت خدیجہؓ بھی رخصت ہوئیں۔ اب آپ ﷺ پر غم کا پہاڑ ٹوٹا، مگر آپ نے ان مصیبتوں سے نہ گھبرائے اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۰ھ نبوی سے ۱۳ نبوی تک مسلمانوں کے لئے انتہائی ابتلاء و مصیبت کا دور تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے صبر و اعتدال پسندی سے دین اسلام کی ترویج کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ ﷺ طائف تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تو ان بدبختوں نے نہ صرف آپ ﷺ کا پیغام ٹھکرایا بلکہ

شہر کے غنڈوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے اس قدر پتھر مارے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لہولہان ہو کر زمین پر گر پڑے، آپ ﷺ کے خادم حضرت زیدؓ آپ کو باغ میں لے گئے اور آپ ﷺ کے زخم دھوئے۔ آپ نے پھر بھی بد دعا نہ فرمائی، بلکہ فرمایا:

اے اللہ تو ان لوگوں کو ہدایت دے۔ یہ نادان ہیں مجھ کو نہیں پہچانتے۔

اس کے بعد آپ ﷺ مدینہ منورہ شریف لے گئے۔ راستے میں ہر تکلیف کو برداشت کیا۔ ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں مزدور بن کر کام کیا۔ آپ نے انصار اور مہاجرین کو جمع کر کے مواخات کا نظام قائم کیا۔ یہ ایثار بے مثال تھا۔ ہجرت مدینہ کے بعد بھی کفار کی طرف سے ہر حملے کو برداشت کیا اور اپنے مشن میں ڈٹے رہے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق میں صعوبتوں پر اعتدال پسندی کا مظاہرہ کیا اور دلیرانہ مقابلہ کرتے رہے۔ یکم جنوری ۶۳۰ء مطابق ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ آپ ﷺ دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر عفو و درگزر، رواداری اور اعتدال پسندی کی ایک عظیم الشان روایت چھوڑی۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ: اکیس سال کی غیر منقطع کشمکش کے بعد مکے پر اچانک اسلامی فوج کا قبضہ ہو گیا اور یہ جوہری بم سے بھی زیادہ بے بس کر دینے والا واقعہ تھا۔ سرور کائنات ﷺ نے فتح مکہ پر اہل شہر کو جمع کر کے کیا کہا تھا؟

لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء۔ (۳۱)

آج تم پر کوئی الزام باقی نہیں۔ جاؤ تم سب کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

کاش کہ کوئی آئزن ہاور، کوئی سٹالن، کوئی میک آرتھر، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کی توفیق پاتا اور محرومین کی آئندہ انتقامی جنگ کے امکان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر کے انسان کو امن و چین عطا کر سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میثاق مدینہ کے ذریعے مذہبی رواداری اور برداشت کا درس دیا: بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ: ''یہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور تھا''۔ (۳۲)

آپ ﷺ نے غیر مسلمانوں کو ایک قومیت کی لڑی میں پرو دیا۔ بقول محمد حسین ہیکل:

معاہدین کی یہ بستی (شہر مدینہ) اس میں رہنے والوں کے لئے امن کا

گہوارہ بن گئی۔ (۳۳)

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں بین الاقوامی امن، رواداری اور اعتدال پسندی کا درس دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:

لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی حرام ہیں، جیسا کہ آج کا دن اس مہینہ کی حرمت۔خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ (۳۴)

الغرض آپ ﷺ کی تعلیمات میں مسلم امہ کی محرمات کی تعظیم، ان کے باہمی حقوق کا احترام اور ان پر رحمت اور شفقت کے بارے میں بے شمار ارشادات ہمارے سامنے موجود ہیں۔آپ ﷺ انصاف کا سرچشمہ ہیں اور انسانی مساوات واعتدال پسندی کا پیکر ہیں۔آپ ﷺ نے ہمیشہ حلم و بردباری کی تعلیم دی۔آپ ﷺ کا بخاری شریف میں ارشاد گرامی ہے:

عن ابی هريرة ان رجلا قال للنبی صلی الله عليه وسلم اوصنی قال لاتغضب فرّدَذلک مراراً قال لاتغضب۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ حضرت! مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو، اس شخص نے پھر اپنی وہی درخواست کئی بار دہرائی کہ حضرت مجھے اور وصیت فرمائیں مگر آپ ﷺ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو'' اگر ہم ان تعلیمات عالیہ پر عمل کریں تو ہماری زندگیوں میں انقلاب آ جائے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اور واقعات ملاحظہ ہوں، جن سے آپ ﷺ کی اعتدال پسندی کا اعلیٰ نمونہ ملتا ہے۔

وحشیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین چچا حضرت حمزہؓ کو بڑی بے دردی سے قتل کیا تھا، وہ مکہ سے بھاگ کر طائف چلا گیا۔طائف کی فتح کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔رحمت عالم ﷺ کے دامن میں پناہ لی اور اسلام قبول کرلیا۔حضور اکرم ﷺ نے اعتدال پسندی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے صرف اتنا کہا:

میرے سامنے نہ آیا کر، تمہیں دیکھ کر مجھے چچا کی یاد آتی ہے۔ (۳۵)

ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا سینہ مبارک چاک کیا تھا اور دل وجگر کے

ٹکڑے کئے تھے، فتح مکہ کے موقع پر نقاب پوش ہوکر آئی تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہچان نہ سکیں اور امان بھی مل جائے۔ حضور ﷺ نے پہچاننے کے باوجود اس کے ساتھ اعتدال پسندی کا مظاہرہ کیا اور معاف فرمادیا۔

عکرمہ ابوجہل کے بیٹے تھے، فتح مکہ کے موقع پر یمن بھاگ گئے۔ ان کی زوجہ مسلمان ہوچکی تھیں، وہ یمن گئیں اور عکرمہ کو مسلمان کیا اور تسلی دی اور حضور ﷺ کے دربار اقدس میں لائیں۔ حضور ﷺ فرط مسرت سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اس تیزی سے عکرمہؓ کی طرف بڑھے کہ آپ کے جسم اطہر پر چادر تک ہٹ گئی۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ کمال اعتدال پسندی اور عفوودرگزر کی عکاسی کرتے ہیں:

مرحبا بالراکب المهاجر۔ (۳۶)

اے ہجرت کرنے والے سوار! تمہارا آنا مبارک ہو۔

فتح مکہ کے موقع پر صفوان بن امیہ جو قریش کے سرداروں میں سے تھا، بھاگ کر جدہ پہنچا اور سمندر کے راستے یمن جانا چاہتا تھا اس نے عمیر بن وہب کو انعام کی لالچ دے کر حضور ﷺ کو قتل کرانا چاہا تھا۔ عمیر حضور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے صفوان کے لئے امان کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے اپنا عمامہ مبارک بطور امان کی نشانی کے عطا فرمایا۔ صفوان دربار رسالت میں عمیرؓ کے ہمراہ حاضر ہوا۔ اسے چار ماہ کی مہلت ملی اور وہ مسلمان ہوگیا۔ اس واقعہ سے بھی حضور ﷺ کے حلم، اعتدال پسندی اور عفو کی ایک روشن مثال ملتی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہار بن اسود کو بھی معاف فرمادیا۔ جس نے حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو مکہ سے مدینہ شریف ہجرت کے دوران اونٹ سے گرا کر سخت زخمی کر دیا تھا۔ فتح مکہ کے وقت وہ بھاگ کر ایران جانا چاہتا تھا، خود دربار رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور کے احسانات اور حلم وعفو کے پیش نظر اقبال جرم کرتا ہوں۔ اس نے ایسے جرائم بھی کئے تھے جن کی وجہ سے اسے فتح مکہ کے وقت اشتہاران قتل میں شامل کیا گیا تھا۔ حضور ﷺ نے تمام تر جرائم اور اس کی زیادتیوں کو اعتدال پسندی کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے معاف فرمادیا۔ چنانچہ سہارؓ نے اسلام قبول کرلیا۔

ابوسفیان اسلام کے دشمن تھے۔ بدر سے لے کر فتح مکہ تک جتنی لڑائیاں ہوئیں،

ان میں ان کا ہاتھ تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر گرفتار ہوئے۔ حضرت عباسؓ ان کو لے کر دربار رسالت مآب ﷺ میں لائے۔ حضور ان سے شفقت اور محبت سے پیش آئے۔ حضرت عمرؓ انہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حضور نے انہیں منع فرما دیا۔ حضور ﷺ نے ابوسفیان کے گھر کو امن و امان کا مقام قرار دے کر بے پایاں درگزر اور اعتدال پسندی کی ایک اور روشن مثال قائم فرما دی۔ دنیا کے کسی اور فاتح سے اعتدال پسندی اور عفو کی ایسی مثالیں سامنے نہیں آسکتیں۔ تاریخ اسلام حضور اکرم ﷺ کی بے پایاں مروت اور برداشت کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

فرقہ واریت، انتہاء پسندی کی بدترین شکل

قرآن حکیم نے اتفاق اور اتحاد کا درس دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا (۳۷)

اور مضبوط پکڑ و اللہ کی رسی کو اور آپس میں تفرقہ نہ کرنا۔

مذہبی منافرت کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وقالت الیھود لیست النّصٰرٰی علی شئی وقالت النّصٰرٰی لیست الیھود علی شئی وھم یتلون الکتٰب کذلک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم۔ (۳۸)

رسول اکرم ﷺ نے ہمیشہ اتفاق اور اعتدال پسندی کا حکم دیا۔ صحیح مسلم میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین باتوں سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، دوسرے اللہ تعالیٰ کی رسی کو اتفاق سے پکڑ و اور فرقوں میں نہ بٹو۔ (۳۹)

اشرف ظفر اپنی تالیف مذہبی اور سیاسی فرقہ بندی، قرآن حکیم کی روشنی میں۔ صفحات ۲۱۔۳۰ پر رقم طراز ہے:

فرقہ بندی کے نتائج بھیانک ہیں۔ ان کی وجہ سے عناد، حسد، بغض، محکومی، محتاجی، خوف وحزن کا زہر ہلاہل اور عزت نفس کی تباہی، اصول

پرستی کے بجائے شخصیت پرستی اور شخصیت پرستی میں بھی انتہا پرستی، نتیجتاً
سرکشی، دلوں کی پژمردگی، دل گرفتی اور پریشان حالی اور پریشان خیالی،
س ونا امیدی، صلاحیت سلبی اور جنگ وجدال تک نوبت آ جاتی ہے۔

مسلمان فرقہ بندی کی وجہ سے مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ وطن عزیز میں فرقہ واریت کی آگ نے ہمیں پوری لپیٹ میں لے لیا ہے۔

شجاعت ترمذی عارفی اپنی تصنیف فرقہ واریت: ایک تجزیہ کے صفحہ نمبر ۱۲۷ اور مولانا سید مناظر احسن گیلانی اپنی تصنیف، مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ کے صفحہ نمبر ۱۲۴ پر فرقہ واریت کے مضر اثرات کا ذکر کرتے ہیں، الغرض فرقہ واریت انتہا پسندی کی ایک بدترین شکل ہے۔(۴۰)

دہشت گردی

دور جدید میں انتہاء پسندی کی بھیانک شکل

دہشت گردی دور جدید میں انتہاء پسندی کی ایک بھیانک اور خوفناک شکل ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں دہشت گردی اور لاقانونیت زوروں پر ہے۔ انتہاء پسندی جب اقوام عالم میں بڑھ جائے تو پھر یہ دہشت گردی کی بدترین شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ یورپ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ماہرین عمرانیات اور اسکالرز نے اس اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے، اور دور جدید میں اس کی قباحتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ آج انسانیت بربادی اور کشت وخون کے دہانے پر کھڑی ہے۔ اخوت، اعتدال پسندی، باہمی ہمدردی اور محبت کا فقدان ہے۔ جان رچرڈ ٹھکراہ سے لے کر سٹیون ایزوون تک سب مغربی اسکالرز نے دہشت گردی کو دور جدید کا المیہ کہا ہے اور اس کی وجہ انتہاء پسندی بتلائی ہے۔ اس موضوع پر گفتگو ان مغربی اسکالرز کی تصانیف کی روشنی میں کی گئی ہے۔

1. Paul Wlkinson and A.M. Stewart, Contemporary Research on Terrorism.
2. Steven Anzovin, Terrorism.

3. Juliet Lodge, Terrorism a Challenge to the State.
4. Bard E.O. Neill, Insurgency & Terrorism.
5. A.R. Norton, Terrorism (Article) in Oxford Encyclopaedia of the Modern Islamic World. Vol. iv
6. John L. Esposito, Islamic Threat: Myth or Reality.

وقت کی اہم ضرورت ہے کہ دہشت گردی کے مسئلے کا بین الاقوامی طور پر حل تلاش کیا جائے، بین الاقوامی برادری اس مسئلے کی نزاکتوں اور اس کی ہولناکیوں سے پوری طرح با خبر ہے۔

مثلاً سٹیون انیزوون دہشت گردی کے بارے میں لکھتا ہے کہ: ۱۹۶۸ء سے ۱۹۸۶ء تک دنیا کے ۱۱۷ ممالک دہشت گردی کا شکار ہوئے، مثلاً لاطینی امریکہ، مشرق وسطی، شمالی افریقہ، شمالی امریکہ، جنوبی یورپ اور ایشیا۔ وہ رقمطراز ہے:

"Terrorism affects the world equally" (Steven Anzovin, Terrorism, p.11.

امریکہ میں لاقانونیت اور جرائم کی صورت حال ملاحظہ ہو: (یہ اعداد و شمار ۱۹۹۵ء کے ہیں)

Crime (Rate Per 1,00,000)

کل جرائم:	۱۲۷۷ء۶
بھیانک جرائم:	۶۸۴ء۶،
قتل:	۸ء۲،
زنا بالجبر:	۳۷ء۱،
سرقہ بالجبر:	۲۲۰ء۹۔(۴۱)

مغربی اسکالرز نے دہشت گردی کی مندرجہ ذیل اقسام گنوائی ہیں مثلاً:

۱۔ سیاسی دہشت گردی،
۲۔ مذہبی دہشت گردی،
۳۔ بین الاقوامی دہشت گردی،
۴۔ اقوام میں آزادی کی تحریکیں۔

پال ولکنسن اور اے ایم سٹیوارٹ نے تو مسلمانوں کے جہاد کو بھی دہشت گردی کا نام دیا ہے۔ یہ ان کا انتہائی متعصبانہ نظریہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (۴۲)

انتہاء پسندی کا قومی و بین الاقوامی رجحان اور اس کا حل تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

سیرت طیبہ ﷺ اور تعلیمات نبوی کی مدد سے ہم اپنے طبقاتی، لسانی، علاقائی، معاشی، قومی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی مسائل حل کر سکتے ہیں۔ اس نظام رحمت میں ہماری فلاح، سلامتی اور ترقی کی ضمانت پوشیدہ ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۴۳) حضور ﷺ کی ان صفات کا ذکر کرتے ہیں: ۱۔ آپ ﷺ کا صبر و تحمل، ۲۔ ضبط نفس، ۳۔ اور بلند حوصلہ۔ انہی صفات میں اقوام کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری اپنی شہر آفاق کتاب سیرت الرحیق المختوم میں رقمطراز ہیں:

> بردباری، قوت برداشت کی قدرت پاکر درگزر اور مشکلات پر صبر ایسے اوصاف تھے۔ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تربیت کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند کرداری کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ کے خلاف دشمنوں کی ایذا رسانی اور بدمعاشوں کی خودسری و زیادتی جس قدر بڑھتی گئی، آپ ﷺ کے صبر و حلم میں اسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے اپنی کتاب ''پیغمبر اعظم ﷺ'' کے آخر میں فرمایا کہ: نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں باہمی معاملات میں دیانت'' عزت نفس، رواداری اور مدارات کا درس دیا۔ (۴۴) سید اسعد گیلانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت انقلاب کے صفحہ نمبر ۹۷ پر لکھا ہے: ''آپ ﷺ نے دشمنوں کو اخلاق کے اسلحہ سے فتح کیا۔'' آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"کوئی مسلمان بازار سے نیزہ لے کر گزرے تو اس کے ایک حصے کو ہاتھ
سے تھام لے تا کہ کسی مسلمان کو اذیت نہ پہنچے۔(۴۵)

نعیم صدیقی نے محسن انسانیت میں درست کہا: "حضور اکرم ﷺ کی قائدانہ بصیرت اور سیاسی حکمت کا مطالعہ ہم پر لازم ہے۔" ہم تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں انتہاء پسندی کے مسئلے کو بخوبی حل کر سکتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

من حمل علينا السلاح فليس منا۔

جو ہم پر اسلحہ اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

اس کے باوجود دوسروں پر اسلحہ سے حملہ آور ہونا انتہاء پسندی کی ایک صورت ہے۔ دیگر احادیث مبارکہ میں بھی بردباری، تحمل، اعتدال پسندی اور حلم کا درس دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وعن عبداللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر ۔ (متفق علیہ)

مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اس کا قتل کفر ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں مختلف گروہوں کا ایک دوسرے کو گالی دینا اور پھر مسلمانوں کا آپس میں قتل کفر قرار دیا گیا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۶ میں ارشاد ہے کہ:

لَا اِکۡرَاہَ فِی الدِّین ۔ دین میں جبر نہیں۔

چنانچہ غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنانے کی اجازت نہیں۔ آپ ﷺ نے عبادات مثلاً روزہ، نماز، حج وغیرہ میں بھی تکالیف کو برداشت کرنے کا درس دیا۔ آپ ﷺ نے تبلیغی مشن میں عقل وحکمت، موعظہ حسنہ، مجادلہ احسن، ذہنی انقلاب، قلبی تبدیلی، دلسوزی، عدم اکراہ اور نرم روی اور اعتدال پسندی جیسے اصولوں کو سامنے رکھا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اقلیتوں کا خیال رکھا۔ مندرجہ ذیل مستشرقین نے بھی اسلام کی پالیسی اقلیتوں کے بارے میں پسند کی اور اور حضور اکرم ﷺ کی اقلیتوں کے بارے میں رواداری اور اعتدال پسندی کا رویہ

سراہا مثلاً:

i. Thomas Patrick Hughes, A Dictionary of Islam, (Article) Religious Toleration, p 684-85

ii. Encyclopaedia of Religion & Ethics, (Articles) Toleration by W.F. Adeney
p.360-365 Toleration (Muhammadan) by T.W. Amold.

iii. The Oxford Encyclopaedia of the Moderen Islamic World, Vol.iii, pp 108-113.

دی آکسفورڈ انسائیکلو پیڈیا آف دی ماڈرن اسلامک ورلڈ کے مطابق اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ۱ء۲ ارب لین سے بھی زیادہ ہے۔ قریباً مسلمانوں کا ۱/۳ حصہ بطور اقلیتوں کے دنیا کے دیگر ممالک میں رہتا ہے۔ یہ تعداد ۳۵۰ ملین سے بھی زیادہ ہے۔ ان پر ہر وقت ملک بدر ہونے کی تلوار لٹکتی رہتی ہے۔ دنیا عدم برداشت کا شکار ہے۔ اس کے مقابلہ میں جزیہ کی معمولی رقم لے کر اسلامی ریاست ذمیوں کے حقوق کی پاسبانی کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ تو راہب خانوں اور گرجاؤں کو بھی مالی امداد دیتے تھے۔ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں غیر مسلم مستحقین بھی آجاتے ہیں۔

ہارون رشید کے دور میں برامکہ جو آتش پرست تھے، انہیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا گیا۔ ہندوستان میں بھی مسلم بادشاہوں نے ہندوؤں اور دیگر مذاہب والوں سے رواداری اور نرمی کا سلوک رکھا۔ سلطنت عثمانیہ میں غیر مسلموں کو اہم عہدے ملے۔ محمد دوم (الفاتح) نے تو یونانی کلیسا کی مذہبی سربراہی قبول کر لی، کیونکہ ان کا سربراہ اس وقت نہیں تھا۔ اس کے برعکس پنجاب میں رنجیت سنگھ نے اپنے دور میں شاہی مسجد کو اصطبل میں تبدیل کر کے انتہاء پسندی کی بھیانک مثال قائم کی۔ مثلاً:

۱۔ روس میں کمیونزم کے انقلاب میں ڈھائی سے ۴ کروڑ انسان ہلاک ہوئے۔

۲۔ کوریا میں صرف دو سال میں ۵۰ لاکھ مرد اور عورتیں ہلاک ہوئیں۔ ایک کروڑ لوگ زخمی ہوئے۔

۳۔ چین میں کمیونزم نافذ کرنے کے لئے ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کو پھانسی دی گئی۔
امریکی خانہ جنگی (۱۸۶۱۔۶۵) میں ۸ لاکھ افراد مارے گئے۔

۵۔ ۱۶۱۸ء۔۱۶۴۸ء کے دوران میں یورپ کے ملک جرمنی میں ایک کروڑ ۲۰ لاکھ لوگ ہلاک ہوئے۔

انتہاء پسندی کے مظاہر ونقصانات کا فلسفہ

انسان کی جب قوت برداشت جواب دے جاتی ہے تو اس وقت وہ جنون کی اقسام میں سے ایک قسم کا شکار ہوتا ہے اور اس انتہاء پسندی کے نتیجے میں اس سے ایسے اعمال سرزد ہو جاتے ہیں۔جن کا جسمانی، مالی، نقصان ساری زندگی بلکہ اس کے بعد بھی بھگتنا پڑتا ہے۔انتہاء پسندی کے مضرت رساں سات پہلو ہیں، جنہیں میں مختصر اشارات کی شکل میں واضح کئے دیتا ہوں۔

۱۔ پہلا یہ کہ عدم برداشت کے نتیجہ میں انسان دوسرے کو جسمانی، جانی یا مالی نقصان پہنچاتا ہے، تاکہ اپنے غصہ کی تسکین کر سکے۔اسلام کسی بھی شخص کو بدلہ لینے سے نہیں روکتا، لیکن خود بدلہ لینے کی بھی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اس سلسلے میں قاضی/ جج کی ذمہ داری ہے وہ متاثرہ شخص کو بدلہ مالی، جسمانی، دلوائے، یہ اس لئے ہے کہ متاثرہ شخص جب خود بدلہ لے گا تو غصہ کی وجہ سے حد اعتدال سے باہر نکل جائے گا اور انصاف کا مقام مجروح ہوگا۔

۲۔ دوسرا یہ کہ انتہاء پسندی کے نتیجہ میں انسان اگر مذکورہ شخص سے زیادتی کا بدلہ نہیں لے سکتا ہے تو وہ یہ غصہ کسی پر تشدد کر کے زائل کرتا ہے اور اس کے تشدد کا شکار ہونے والے چار طبقے ہوتے ہیں:

الف: ماتحت ملازمین:۔ان کو برا بھلا کہتا ہے، مارتا پیٹتا ہے۔

ب: بچے: استاذ ہے تو بچوں پر تشدد کرتا ہے، ڈانٹتا ہے، اگر اپنے بچے ہیں تو بھی ان کے ساتھ مختلف نوعیتوں کی زیادتی کا ارتکاب کرتا ہے۔

ج: خواتین:۔کوئی نہ ملے تو بیویوں پر یہ غصہ کبھی تشدد کی صورت میں، کبھی گالیوں کی صورت میں اور کبھی باورچی خانے میں جلا کر نکالا جاتا ہے۔

د: بوڑھے: کبھی انتہاء پسندی کا شکار اپنے بزرگ ہی بنتے ہیں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ یہ انتہاء پسندی کبھی مذہبی اختلاف کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ ردعمل میں انسان مشتعل ہوکر مخالف کو آخری درجہ میں پہنچا دیتا ہے۔ اسے فاسق سے کافر جا کر اسے واجب القتل تک قرار دے دیتا ہے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ یہ انتہاء پسندی کبھی عصر حاضر کی سیاست سے وجود میں آتی ہے اور مخالف کی کسی بات یا وابستگی سے بر افروختہ ہوکر اس کے جسمانی یا مالی نقصان کا ذریعہ بنتا ہے۔ آج کے مروجہ نعرے اسی انتہاء پسندی کا شکار ہیں۔

۵۔ پانچویں یہ کہ یہ انتہاء پسندی کبھی عزت وآبرو کے پامال ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور انسان مخالف کی زیادتی کا جواب خود اس مخالف کو دینے یا دلوانے کے بجائے اس کی ماں، بہن، بیٹی کو دیتا ہے۔

۶۔ چھٹے یہ کہ اگر پست ہمت ہو تو اس انتہاء پسندی کے نتیجے میں خودکشی کر لیتا ہے اور اپنا ہی نقصان کر بیٹھتا ہے۔ چونکہ ''انتہاء پسندی'' کے نتیجے میں مندرجہ بالاحرام افعال اور ظلم سرزد ہوتا ہے اس لئے اسلام نے اعتدال پسندی کا حکم دیا ہے۔

اعتدال پسندی نبوت محمدیہ ﷺ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ کتب مقدسہ سے معلوم ہوتا ہے اعتدال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ سبل الھدیٰ والرشاد میں دلچسپ واقعہ منقول ہے:

عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ زید بن سعنہ جو یہودیوں کا بڑا جید عالم تھا، اس نے بتایا حضور ﷺ کی نبوت کی جتنی علامتیں ہماری کتب میں بیان کی گئی ہیں میں نے ان سب کا مشاہدہ کرلیا وہ حضور ﷺ میں تمام پائی جاتی ہیں۔ مگر دو علامتیں ایسی تھیں جن کے بارے میں میں نے ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش نہیں کی تھی، وہ دو باتیں یہ تھیں:

ان یسبق حلمه جهله۔

''اس کا حلم، اس کے جہل سے سبقت لے جاتا ہے''۔

ولا تزیده شدة الجهل الا حلمًا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جہالت اور حماقت کا جتنا مظاہرہ کیا جائے اتنا ہی حضور ﷺ کے حلم میں اضافہ ہوتا ہے۔''

میں سے ان دو صفات کا حضور ﷺ میں مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس مقصد کے لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھجوریں خریدیں اور ان کی قیمت نقد ادا کردی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھجوریں میرے حوالے کرنے کے لئے ایک تاریخ مقرر فرمادی۔ ابھی اس میعاد کو دو دن باقی تھے کہ میں آ گیا اور کھجوروں کا مطالبہ کردیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض اور چادر کو زور سے پکڑ لیا اور بڑا غضب ناک چہرہ بنا کر آپ ﷺ کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ پھر میں نے حضور ﷺ کا نام لے کر کہا۔

کیا تم میرا حق ادا نہیں کروگے، اے عبدالمطلب کی اولاد! بخدا تم بہت ٹال مٹول کرنے والے ہو، مجھے تمہاری اس عادت کا پہلے سے تجربہ ہے اس وقت حضرت فاروق اعظمؓ بارگاہ اقدس میں حاضر تھے، انہوں نے جب ابن سعنہ کی یہ گستاخانہ گفتگو سنی، تو اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

ای عدو اللّٰہ اتقول لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مااسمع''

اے اللہ کے دشمن! تم یہ بکواس اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میری موجودگی میں کررہے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ کی اس گفتگو کو بڑے سکون وتحمل کے ساتھ سنتے رہے اور مسکراتے رہے، پھر حضرت عمرؓ کو فرمایا:

انا و ھو کنا احوج الی غیر ھذا منک یا عمر تامرنی بحسن الاداء و تامرہ بحسن اتباعہ۔

اے عمر! جو بات تو نے اسے کہی ہے ہمیں تو اس سے بہتر بات کی توقع تھی۔ تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے کہتے کہ میں حسن وخوبی سے اس کی کھجوریں اس کے حوالے کردوں اور اسے کہتے کہ وہ اپنے حق کا مطالبہ شائستگی سے کرے۔ اے عمر جاؤ۔ اور اس کا حق (کھجوریں) اس کے

حوالے کردو اور جتنا اس کا حق ہے اس سے بیس صاع زائد کھجوریں اس
کو دو تا کہ تو نے اسے جو خوفزدہ کیا ہے اس کا بدلہ ہو جائے اور اس کی
دلجوئی ہو جائے۔

زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مجھے اپنے ہمراہ لے گئے اور اپنے آقا کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے میری کھجوریں بھی میرے حوالے کر دیں اور بیس صاع اس سے زیادہ بھی مجھے دے دیں۔ اس وقت میں نے حضرت عمرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے عمرؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی جتنی علامات ہماری کتب میں مذکور تھیں ایک ایک کر کے ان سب کا مشاہدہ میں نے آپ ﷺ کی ذات میں کر لیا مگر دو علامتیں ایسی تھیں جن سے میں نے ابھی تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آزمایا نہ تھا۔ اب میں نے ان دونوں کو بھی آزما لیا ہے۔

فاشهدك انی رضيت بالله ربا و با لا سلام دينا و بمحمد (صلی الله عليه وسلم)(۴۶)

آج میں اے عمرؓ آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اس بات پر راضی ہو گیا
ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، اسلام میرا دین ہے اور سرور انبیاء محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں۔

اس موقع پر مولانا ظفر علی خان نے کیا خوب کہا ہے

رحمت کی گھٹائیں پھیل گئیں افلاک کے گنبد پر
وحدت کی تجلی کوند گئی آفاق کے سینا زاروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں(۴۷)

اس موقع پر خادم خاص کی گواہی بھی ملاحظہ کر لیں! حضرت انسؓ آپ ﷺ کے خادم خاص تھے، بچپن سے جوانی تک خدمت کی، فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے مجھے کوئی ایسا کام نہیں بتایا جس میں خود شریک نہ ہوئے ہوں، یا وہ کام میری طاقت سے زیادہ ہو اور اگر کبھی کوئی کام غلط ہو گیا تو کبھی غصہ نہیں فرمایا۔(۴۸)

علماء اور صفت اعتدال پسندی:

اعتدال پسندی علامات نبوت میں سے ایک علامت ہے، علماء انبیاء کے وارث ہیں، ارشاد نبوی ﷺ ہے: العلماء ورثة الانبیاء علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اس امت محمدیہ کی تا قیام قیامت رہنمائی و اصلاح علماء کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ علماء میں یہ صفت وخوبی ناپید ہوتی جارہی ہے۔ مسلمان مسلمان کو، ایک مکتبہ فکر دوسرے مکتبہ فکر کو ایک عالم دوسرے عالم کو برداشت کرنے پر تیار نہیں۔ اس انا رکی کے نتیجہ میں آج تک علماء متحد نہ ہوسکے اور اس ملک میں اسلام کا نفاذ نہ ہوسکا۔ معاشرہ بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے، ہندوستان کے ایک مشہور عالم دین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے ایک مخالف عالم نازیبا الفاظ میں خطوط لکھا کرتے تھے۔ جب مولانا گنگوہی آخری زمانے میں آنکھوں سے معذور ہوگئے تو ایک دفعہ اپنے خادم خاص سے فرمایا کہ کافی دنوں سے میرے دوست کا خط نہیں آیا کیا وجہ ہے؟ حالانکہ خطوط ان کے آتے تھے۔ مگر ان خطوط کو جو ان کی جانب سے آتے تھے خادم پڑھ کر اس لئے نہیں سناتے تھے کہ ان خطوط میں صرف مغلظات کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا۔ فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ اس کے باوجود کوئی کام کی بات بھی ہوسکتی ہے۔ جو میری اصلاح کا باعث بنے۔ اسی طرح برصغیر کے ایک اور بہت بڑے عالم دین حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ہیں ان کے بارے میں لکھا ہے:

> حضرت تھانویؒ کی عالی حوصلگی ہی کا نتیجہ تھا کہ دشمنوں کی گالیاں سنتے رہے، مگر کبھی ایک جملہ ان کے خلاف لکھنا برداشت نہیں تھا۔ ہندوستان کے ایک عالم کے ماننے والوں اور خود انہوں نے بھی بہت کچھ مولانا کے خلاف لکھا، اذیتیں دیں، مگر وہ اعتدال پسندی کا مظاہرہ کرتے رہے، خود لکھتے ہیں: ''میں اپنے مخالفین کے جذبات پر بھی رعایت کرتا ہوں، ان پر نیک نیتی کا بھی احتمال رکھتا ہوں، اور صبر تو ہر حال میں کرتا ہوں، ان مولانا کے جواب میں کبھی ایک سطر بھی نہیں لکھی، کافر، خبیث، ملعون خود بنتا رہتا ہوں۔''

اسے کہتے ہیں سنجیدگی اور عالی ظرفی، نفس مسئلہ کی تحقیق تو ضروری ہے، مگر کسی کی ذات کونشانہ طعن وتشنیع بنانا، یہ کوئی اچھا کام نہیں۔ اور ایک ہمارا یہ زمانہ ہے، کہ بیٹا نہ باپ سے اعتدال پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے، اور نہ شاگرد استاد سے، کوئی ایک کہتا ہے تو دس سنتا ہے، تہذیب وشائستگی، متانت وسنجیدگی کا نام ونشان مٹتا جارہا ہے۔ حضرت تھانویؒ دوسروں کی تنقید و تنقیص سے گھبراتے نہیں تھے، بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ ممکن ہے تنقید کرنے والے کی نیت **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** کی ہو، اور اگر اس کی نیت ناحق رنج دینے کی ہو، تو اس نے اپنی عاقبت خراب کی، ہم کو صبر کا ثواب ملا، اور اسی کے ساتھ فرمایا کرتے:

> نیز ایسے واقعات سے بعض اوقات اپنی کوتاہیوں پر نظر کرکے اصلاح کی توفیق ہو جاتی ہے، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو کم از کم معتقدین کی عنایت سے جو عجب وکبر پیدا ہو گیا تھا، یا پیدا ہوسکتا تھا، اس سے ازالہ یا انسداد ہو جاتا ہے۔

دیکھ رہے ہیں حکیم الامت کے فہم کا عالم کہ کتنا اونچا سوچا کرتے تھے، اور دشمنوں کے تیر ونشتر کو اپنے لئے کس طرح کارآمد ثابت کرتے تھے۔ یہ تھی عالمی اور مصلحانہ شان، برا ماننے اور برا کہنے کا آخر حاصل ہوتا بھی کیا، اس طریق کار میں کتنی بدگمانیوں سے نجات مل گئی اور کتنی نیکیاں حصے میں آ گئی۔ ایک ہمارا یہ دور ہے، کہ اچھی چیزوں کے بھی لوگ برے عمل تلاش کرتے ہیں، اور اپنے بہی خواہ اور دوستوں کی نیتوں پر حملے سے اجتناب نہیں کرتے اور پھر اسے بنیاد بنا کر وہ وہ صلواتیں سناتے ہیں، کہ خدا حافظ، نہ تہذیب وتمدن کا لحاظ ہوتا ہے اور نہ علمی وقار کا۔ (٤٩)

اعتدال پسندی کی اہمیت:

اعتدال پسندی کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کی خصوصی تعلیم دی گئی ہے اور مسلمانوں کی صفت بتائی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس (٥٠)

مسلمان مرد وخواتین کی صفت یہ ہے۔ وہ غصہ برداشت کرتے ہیں اور

(لوگوں کی زیادتیوں) سے درگزر کرتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

اگر کوئی براسلوک کرے تو تم اس کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دو پھر تمہارے اور اس کے درمیان جو دشمنی ہوگی وہ خود بخود ختم ہو جائے گی۔ (۵۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلوان وہ نہیں جو دشمن کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔ (۵۲) ایک صحابیؓ نے کہا مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمائیں جس پر عمل کر کے میں جنت میں چلا جاؤں۔ اپ ﷺ نے فرمایا **لا تغضب** غصہ مت کر (۵۳) وجہ یہ ہے کہ انتہاء پسندی بہت سی برائیوں اور فتنوں کا سبب ہے۔

اعتدال پسندی کی صفت پیدا کرنے کا طریقہ:

انسان کا ماحول یا اس کی تربیت اسے غیر متوازن بنا دیتی ہے۔ اسلام انسان کی شخصیت میں ایک توازن قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی اصلاح کرنا چاہے تو اسے اصلاح کی طرف رہنمائی بھی کی گئی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اذا غضب احد کم وھو قائم فلیجلس۔ (۵۴)

جب تم میں سے کوئی عدم برداشت وغصہ کا شکار ہو تو کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اس طرح اس کا غصہ قابو میں آجائے گا۔

انسان اعتدال پسندی ضرور اختیار کرتا ہے لیکن کبھی مجبوری سے کبھی بے بسی سے۔ باپ اولاد کی نافرمانیوں سے عوام حکمران کے ظلم سے تنگ آ کر انتہاء پسندی اختیار کرتے ہیں لیکن اپنے دشمن اور خون کے پیاسوں بلکہ خونیوں سے اعتدال پسندی اختیار کرنا صفت پیغمبری ہے۔

غیر مسلم کی تائیدی وتصدیقی رائے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انہی اعلیٰ تعلیمات کی تصدیق کرتے ہوئے ٹی ڈبلیو آرنلڈ لکھتے ہیں: آخر میں یہ کہنا ہے کہ جب انسانیت سنورتی نظر آئے گی اور لوگوں کی آنکھوں پر سے تعصب نفرت عداوت اور حقارت کی عینکیں اتر جائیں گی تو ان کو محسوس ہوگا کہ اسلام کی تعلیمات دنیا کے لئے ابر رحمت تھیں۔ ان کے سچے پیرووں نے اپنی عملی زندگی میں انسانی

ہمدردی، رواداری فراخ دلی اور سیر چشمی کی جو مثالیں پیش کیں۔ ان ہی میں دنیا کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے ابھی اس حقیقت کو دریافت کرنے کا شاید وقت نہیں آیا ہے۔لیکن جب یہ حقیقت دریافت ہو جائے گی تو دنیا کا انسان اپنے کو از سر نو دریافت کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔مگر یہ بھی واضح رہے کہ اسلام رواداری محبت شائستگی اور معقولیت کی تعلیم ضرور دیتا ہے۔لیکن ایسی عاجزی و مسکینی کی بھی تعلیم نہیں دیتا ہے کہ اس کے پیرو ہر ظالم کے لیئے نرم چارہ بن کررہ جائیں۔ جو لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں ان کے ساتھ ان کے ظلم کی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مقابلہ کرنے کی بھی تلقین کی گئی ہے۔ظالموں کے مقابلہ میں نرم و شیریں بننا بھی صحیح نہیں کیونکہ ایسے ظالم شرافت کو کمزوری اور مسکنت تصور کرنے لگیں گے۔(۵۵) اس لئے قرآن پاک میں ہے کہ اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہیں۔(۵۶)

تجاویز

انتہاء پسندی اور تشدد روکنے کے لئے قومی اور بین الاقوامی سطح پر حسب ذیل اقدامات فوری طور پر ضروری ہیں۔

۱۔ مسلمان زیادہ سے زیادہ حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کے اس پہلو کا جس میں عفوو درگزر اور برداشت وحلم کا تذکرہ ہے، مطالعہ کریں بلکہ تعلیمی نصاب میں اس قسم کے پہلو کو نمایاں مقام دیں۔

۲۔ بین الاقوامی سطح پر سیمنار کروائیں اور غیر مسلم ممالک سے زیادہ سے زیادہ روابط بڑھائیں تا کہ غیر مسلم دنیا تعصب کے خول سے باہر نکلے۔

۳۔ انتہاء پسندی کا مسئلہ آج بلاشبہ بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ہے، اس کے لئے بین الاقوامی سطح پر کانفرنس کروائی جائیں۔ بالخصوص اس میں محققین کو مدعو کر کے انتہاء پسندی دہشت گردی اور جہاد کے درمیان فرق واضح کر کے انتہاء پسندی کے محرکات پر بحث کریں۔

۴۔ حکومت پاکستان اور تمام مسلم ممالک مختلف ممالک اور مذاہب کے علماء اور دانشوروں کے درمیان رابطے کروائیں تا کہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف جومنفی رجحان پایا جاتا ہے اس پر قابو پایا جا سکے۔

۵۔ انتہاء پسندی اور تشدد کے پس منظر میں اقتصادی عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں، لہٰذا مسلم امہ اپنی اقتصادی حالت سودی نظام سے بچتے ہوئے بہتر بنائے، بالخصوص سائنس کے شعبہ کی طرف از حد توجہ دیں۔

۶۔ انتہاء پسندی روکنے کے لئے علماء دین اسوہ حسنہ کی روشنی میں فرقہ واریت کو روکنے کی کوشش کریں، چنانچہ علماء کی اہم ذمہ داریوں میں یہ پہلو نمایاں مقام رکھتا ہے۔

۷۔ اس کی روک تھام کے لئے سیاسی کوششوں کے علاوہ عوام کے مسائل کی طرف بھی پوری توجہ دیں، ہمارے ملک میں اس کا بڑا فقدان ہے، اس لئے انتہاء پسندی اور جرائم روز بروز بڑھتے جارہے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ الف: قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، ۱: ۳: اطبع مصر،

ب: امام راغب اصفہانی، ''المفردات فی غریب القرآن، تحت مادہ حلب، ص: ۱۲۹ اطبع مصر

ج: لغت کی دوسری کتابیں مثلاً لسان العرب، القاموس، محیط اور منجد وغیرہ تحت مادہ حلم

۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

الف: مشکوۃ المصابیح باب الرفق والحیاء و حسن الخلق و باب الغضب والکبر

ب: امام غزالی: احیاء علوم الدین: ۳: ۲۱۸ تا ۲۲۲، طبع قاہرہ ۱۳۸۷ھ، ۱۰۶۷ء

ج: ابن ابی الدنیا: مکارم الاخلاق مع مکارم الاخلاق للطبرائی، ص: ۲۶ تا ۳۲، نیز ص: ۳۲۰ تا ۳۲۲ طبع بیروت لبنان ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء

۳۔ الف: صحیح مسلم (باب فضل الرفق) ج: ۲، ص: ۳۲۲، طبع کراچی

ب: مشکوۃ المصابیح باب الرفق والحیاء و حسن الخلق

ج: ریاض الصالحین (باب الحلم والاناء والرفق) ص: ۲۸۴ تا ۲۸۶، طبع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

۴۔ مشکوۃ المصابیح باب الرفق والحیاء و حسن الخلق

۵۔ مشکوۃ المصابیح (باب الامامۃ) ص: ۱۰۰ طبع کراچی

۶۔ الکاسانی، بدائع الصنائع (مترجم) ج:۱ ص:۵۱۳، طبع مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

۷۔ سورۃ التوبہ/۲۸

۸۔ ابوبکر جصاص رازی، احکام القرآن ۳:۹:۱ طبع مصر

۹۔ ایضاً

۱۰۔ سورۃ النساء/۹۴

۱۱۔ الف..... علامہ ابن نجیم حنفی، البحر الرائق ۵:۱۲۴، طبع دار الکتب العربیہ، بیروت،

ب..... ملا علی قاری حنفی، شرح فقہ اکبر، ص:۱۹۹، طبع مجتبائی دہلی

ج..... امام عبدالوہاب شعرانی، الطبقات الکبری، ص/۱۳، (مقدمہ) طبع مصر،

۱۲۔ سورۃ الانعام/۱۳

۱۳۔ سورۃ الاعراف/۱۹۹ تا ۲۰۰

۱۴۔ الف..... ابن ابی الدنیا (م ۲۸۱ھ) مکارم الاخلاق ص/۳۲ طبع بیروت لبنان ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء

۱۵۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

الف..... ابن ابی الدنیا، مکارم الاخلاق، ص/۲۶ تا ۲۸ طبع بیروت

ب..... مستدرک حاکم، ۲:۱۸ھ طبع حیدر آباد دکن، ۱۳۴۲ھ

ج..... امام غزالی، احیاء علوم الدین ۳:۲۱۸۔۲۲۲،

ج..... ابن ابی الدنیا: مکارم الاخا مع مکارم الاخلاق للطبرانی، ص:٦ ۳۲، نیز ص: ۳۲۰ تا ۳۲۲ طبع بیروت لبد ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء

۱۶۔ سورۃ آل عمران/۱۳۴

۱۷۔ تفسیر ماجدی، ج/۱ ص/۱۵۵ (تحت آیت، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، ۱۹۵٦ء

۱۸۔ مشکوٰۃ المصابیح (باب الغضب والکبر) ص/۴۳۴، طبع کراچی

۱۹۔ سورۃ الشوریٰ/۳۷

۲۰۔ الف..... صحیح بخاری (کتاب الادب باب الحذر من الغضب) ج/۲ ص/۹۰۳، طبع کراچی

ب..... جامع ترمذی (ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی کثرۃ الغضب) ص/۲۹٦ طبع کراچی

ج..... مشکوٰۃ المصابیح (باب الغضب والکبر) ص/۴۳۴، طبع کراچی

۲۱۔ مشکوٰۃ المصابیح (باب الغضب والکبر) ص/ ۴۳۳، طبع کراچی

۲۲۔ الف..... صحیح بخاری (کتاب الادب باب الحذر من الغضب) ج/٦ ص/۲۹٦ طبع کراچی

ب..... صحیح مسلم (کتاب البر والصلۃ والادب باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب) ج/۲ ص/۳۲٦، طبع کراچی

ج..... سنن ابی داؤد (کتاب الادب باب من کظم غیظا) ج/۲ ص/٦۵۹، طبع کراچی

۲۳۔ الف..... مشکوٰۃ المصابیح (باب الحذر والتأنی فی الامور) ص/۴۲۹، طبع کراچی

ب..... مکارم الاخلاق للطبرانی (مع مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا) ص/۳۲۲، طبع بیروت لبنان

ج...... ریاض الصالحین (باب الحلم والاناۃ والرفق) ص/۲۷۴ طبع مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

۲۴۔ بخاری ج/۳ ص/۳۹۵

۲۵۔ سیرت النبی ﷺ حصہ دوم ص/۲۱۱

۲۶۔ بخاری، کتاب الجنائز، ج/۱ ص/۳۴۳،

۲۷۔ معارف القرآن، بذیل سورۃ المنافقون

۲۸۔ علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، حصہ دوم ص/۲۱۳

۲۹۔ مسلم، حدیث نمبر ۲۰۱۴

۳۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج/۱۹ ص/۱۲۹

۳۱۔ ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص/۳۲۶

۳۲۔ ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص/۷۵

۳۳۔ حیات محمد ﷺ ص/۲۷۰

۳۴۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، ج/۱ ص/۳۰۱، ۳۰۵

۳۵۔ صحیح بخاری، قتل حمزہ، تفصیل کے لئے سیرت النبی ﷺ ج/۲ ص/۲۱۴

۳۶۔ مشکوۃ: کتاب الادب، نیز سیرت النبی ﷺ ج/۲ ص/۲۱۵

۳۷۔ سورۂ آل عمران آیت ۱۰۳

۳۸۔ سورۂ البقرہ آیت ۱۱۳

۳۹۔ تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ ج/۱ ص/۴۶۲

۴۰۔ Noel O`sullivan, Terrorisrm, Ideology and revolution, p22.

۴۱۔ World Almanac and Book of facts p.959

۴۲۔ Paul Wilkinson and A.M. Stewart, Contemporary Research on Terrorism, p.55-56

۴۳۔ سید ابوالاعلی مودودی، سیرت دوعالم ص/۷۵۷

۴۴۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، پیغمبر اعظم ﷺ ص/۶۳۹

۴۵۔ بخاری

۴۶۔ سبل الہدیٰ والرشاد محمد بن یوسف الصالحی، مطبوعہ القاہرہ ۱۹۷۲ء ج/۷ ص/۳۶

۴۷۔ ہم اور ہمارے رسول، مولانا ظفر علی خان دختر خاتون مشرق اردو بازار ص/۵۳

۴۸۔ پیغمبر اخلاق، ساجد الرحمٰن ص/۲۴۳

۴۹۔ علماء دیوبند کی یادگار تحریریں مرتب ابوحذیفہ محمد اسحاق ملتانی ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۹۹۸ء ج/۱ ص/۴۱۲۔۴۱۳

۵۰۔ سورۂ آل عمران ۳/۱۳۴

۵۱۔ سورۂ فصلت ۴۱/۳۴

۵۲۔ ریاض الصالحین محی الدین ابی زکریا النووی مترجم عابد الرحمن سعید اینڈ سنز کراچی ص/۳۹۷

۵۳۔ موطا امام مالک ج/۲ ص/۹۰۵۔۹۰۶، کتاب حسن الخلق باب ماجاء فی الغضب

۵۴۔ مسند احمد ج/۵ ص/۱۵۲، سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۴۷۸۲

۵۵۔ اسلام میں مذہبی رواداری صباح الدین عبدالرحمٰن مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ انڈیا ۱۹۷۸ء ص/۱۵۔۱۶

۵۶۔ سورۂ العنکبوت ۲۹/۴۶

حسن انسانیت ﷺ کے انعامات

سید امین گیلانی

حضور ﷺ آئے تو کیا کیا ساتھ نعمت لے کے آئے ہیں
اخوت، علم و حکمت آدمیت لے کے آئے ہیں
کوئی صدیقؓ سے پوچھے صداقت کن سے حاصل کی
عمرؓ ہیں اس کے تابع وہ عدالت لے کر آئے ہیں
کہا عثمانؓ نے میری سخاوت ان کا صدقہ ہے
علیؓ دیں گے شہادت وہ شجاعت لے کے آئے ہیں
رہے گا یہ قیامت تک سلامت معجزہ ان کا
وہ قرآن مبین نور ہدایت لے کے آئے ہیں
خدا نے رحمۃ للعالمین خود ان کو فرمایا
قسم اللہ کی رحمت ہی رحمت لے کے آئے ہیں
امیں بن کر امانت اہل دنیا تک وہ پہنچادی
جو جبرئیل امیں ان تک امانت لے کے آئے ہیں
قناعت، حریت، فکر و عمل، مہرو وفا، تقوے
وہ انسان کے لئے عظمت ہی عظمت لے کے آئے ہیں
خدا نے دین کامل کر دیا ہے اے امیں ان پر
محمد ﷺ پرچم ختم نبوت لے کے آئے ہیں

مولانا سعید احمد صدیقی ☆

عصر حاضر کے تقاضے اور ایک روشن خیال، اعتدال پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل و ضرورت سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

رحمۃ للعلمین، خاتم النبیین، ہادی عالم، نبی آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر شعبۂ زندگی میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ ہمیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے اور عصر حاضر کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا اعتدال پسند اور روشن خیال اسلامی معاشرہ تشکیل دینا ہے، جو سب کے لئے قابل قبول ہو، جدید علوم و جدید ٹیکنالوجی کا حامل ہو، دنیا کے ہر علاقے کا فرد اس میں سما سکے، اپنے آپ کو اجنبی محسوس نہ کرے، آج فاصلے سمٹ چکے، نئی قدریں رواج پا چکی ہیں، دفاعی اور خودمختاری نقطۂ نظر سے یہ حقیقت ہے کہ ''مابعد صنعتی انقلاب جن قوموں کے ہاتھوں رونما ہوگا وہی دنیا کی سب سے طاقتور اور بالادست قومیں ہوں گی، بقیہ قوموں کی آزادی اور خودمختاری ان کی مرضی پر منحصر ہوگی''۔(۱)

بقول علامہ سید سلیمان ندویؒ

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ہم کو سرگرم شجاعانہ قوتوں کا خزانہ مل سکتا ہے، مگر نرم اخلاق کا نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نرم اخلاق کی بہتات ہے مگر سرگرم اور خون میں حرکت پیدا کرنے والی قوتوں کا وجود نہیں، اس دنیا میں ان دونوں قوتوں کی ضرورت ہے اور دونوں کی جامع اور معتدل مثالیں صرف ہمارے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم میں مل سکتی ہیں''۔(۲)

آج ہمیں مغرب سے ٹکرانے کے بجائے ان سے جدید علوم ان خطوط پر حاصل کرنے ہیں، جس طرح انہوں نے ہم سے تین صدیوں سے زائد عرصے میں حاصل کیا تھا اور

☆ ریسرچ اسکالر، وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی۔

ہمیں اپنے قول و فعل اخلاق و کردار، حکمت و بصیرت اور مواعظِ حسنہ سے پوری دنیا کے انسانوں کو یہ باور کرانا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم پوری دنیا کے انسانوں کا مشترکہ سرمایہ ہے۔(۳) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔ (۴)

اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا۔

خود قرآن کریم نے اپنے متعلق گواہی دی ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ۝ (۵)

پاک ہے وہ ذات جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن اپنے بندے پر اتارا تاکہ وہ تمام انسانوں کو انجام سے ڈرائے۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو نہ تو صرف روحانیت پر زور دیتا ہے اور نہ صرف مادّیت پر، بلکہ وہ انسانوں کو روح اور مادّہ دونوں ہی کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، اعتدال پسندی اور روشن خیالی کے ساتھ دنیا اور آخرت دونوں کی اصلاح کا طریقہ بتاتا ہے، قرآن کریم ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے اور ان کو مقتدیٰ و رہنما بتاتا ہے جن کی دعاء یہ ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً۔ (۶)

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی بخش اور آخرت میں بھی۔

اسی اعتدال پسندی، روشن خیالی اور میانہ روی کی وجہ سے قرآن کریم نے ملت اسلامیہ کو اُمَّۃً وَسَطًا (۷) کا خطاب دیا۔

ایک امیر یا ایک سربراہ مملکت کی حیثیت سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے روشنی کا ایک مینار ہے، بلکہ ساری انسانیت کے لئے ایک آئیڈیل اور رول ماڈل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں ہمیں تدبّر، مشاورت، عدل، دل نوازی، دل سوزی، سادگی، خدمت، ہمدردی اور ہردلعزیزی کے وہ اصول اور پیمانے ملتے ہیں جو